اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب:23)

وقال اللہ تعالٰی فی مقام اخر

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (حٰمٓ السجدہ:30-32)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ـ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ـ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

قربانی کا پیغام:۔

اسلامی سال کی ابتدا محرم کے مہینے سے اور اس کا اختتام ذوالحجہ کے مہینے پہ ہوتا ہے۔محرم میں بھی قربانی کا پیغام ہے اور ذوالحجہ میں بھی قربانی کا پیغام ہے۔محرم میں ہی سیدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور سیدنا حسین ص کا واقعہ بھی محرم میں پیش آیا۔اور ذوالحجہ میں سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پیش کی۔ابتدا بھی قربانی سے اور انتہا بھی قربانی پہ۔اس میں مومن کے لیے ایک پیغام ہے کہ تمہاری اس دنیا کی زندگی کا مقصد،اپنا سب کچھ اللہ کے لیے قربان کر دینا ہے

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

لہٰذا ہمارا مقصد اللہ کے دین پر اور اس کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنا ہے۔

مخلوقات میں قربانی کا دستور:

دستور یہ ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ چیز پر قربان ہوتی ہے۔ اگر آپ غور کریں تو زمین کے اندر جو نمکیات ہیں وہ نباتات پر قربان ہوتے ہیں، یہ نمکیات ان کی غذا بنتے ہیں۔ چنانچہ نمکیات کی غذا لے کر زمین کے اندر سے درخت اور پھول نکلتے ہیں۔ اور یہ جو نباتات ہیں یہ سارے کے سارے حیوانات کے لیے قربان ہوتے ہیں۔ زمین میں سے چارہ نکلتا ہے اسے کاٹ کر جانور کے آگے رکھا جاتا ہے۔ وہ اسے کھاتے اور چباتے ہیں۔ اور اگر آپ غور کریں تو یہ حیوانات انسان کے لیے قربان ہوتے ہیں۔ بکری کے گلے پہ چھری پھیری جاتی ہے، اسے ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت انسان کی غذا بنتا ہے۔ ہر ادنیٰ چیز کسی اعلیٰ چیز کے لیے قربان ہو رہی ہے۔ نمکیات نباتات کے لیے قربان، نباتات حیوانات کے لیے قربان، حیوانات انسان کے لیے، اور انسان اپنے رب رحمان کے لیے قربان ہوتے ہیں۔

زندگی کا گوہرِ مقصود:

لہٰذا بندے کی زندگی کا مقصد اپنا سب کچھ اللہ رب العزت کے نام پر قربان کر دینا ہے۔ اپنا مال، اپنی جان اور اپنا سب کچھ اللہ کے لیے قربان کر دینا ہے۔ یہ مقصدِ زندگی ہے۔ اس لیے جو انسان اللہ کے راستے میں بڑی سے بڑی قربانی دے، وہ اللہ رب العزت کے زیادہ سے زیادہ مقرب بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ مومن کی تھوڑی سی زندگی قربانیوں کا سبق ہے۔ دین کے لیے تنگی اٹھانا، مجاہدہ کرنا اور مشقتیں برداشت کرنا مومن کی زندگی ہے

میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے
انہی پتھروں پہ چل کے گر آ سکو تو آؤ

قربِ الٰہی کے حصول کی شرط:

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے راستہ ذرا دشوار ہے۔بندہ وہاں مشقّتوں سے پہنچتا ہے۔

رب لئی تج کرنا پیندا اے آسائشاں نوں ، آراماں نوں
کنڈیاں تے وی چلنا پیندا اے گل بدناں نوں،گل فاماں نوں

کتنا ہی کوئی نازک بدن کیوں نہ ہو اسے دین کے لیے قربانیاں دینا پڑتی ہیں ۔ جو انسان بھی اللہ رب العزت کا قرب چاہتا ہے۔اسے قربانیوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔حالات کے اعتبار سے ہر ایک کے لیے نوعیت مختلف ہوتی ہے،مگر قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ بہرحال اس راستے کو طے کرنے میں انسان کو بہت بلند ہمت رکھنا پڑتی ہے

بڑے کھٹن ہیں راستے جو آسکو تو ساتھ دو
یہ زندگی کے فاصلے مٹا سکو تو ساتھ دو
ہزار غم ہیں یہاں ، ہزار آزمائشیں
ہزار غم ہزار بار اٹھا سکو تو ساتھ دو

صحابہءکرامؓ میں قربانی کی تڑپ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا۔اس لیے وہ اللہ کے دین کی خاطر قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ بلکہ اس کے لیے وہ دعائیں مانگتے تھے۔

جنگ احد کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ سعد بن ابی وقاصص اور عبداللہ بن جحشص دونوں دوست ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے کہ جب مجاہد اللہ کے راستے میں نکلتا ہے تو اس راستے میں اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی یہ بات سنی

ہے،اب ایک نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہنا اور آپ دعا کرنا میں آمین کہوں گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات دعا کرتے ہیں۔حضرت سعدؓ نے پہلے دعا کی۔دعا یہ مانگی کہ اے اللہ! کل میرا مقابلہ ایک بڑے قوی دشمن سے ہو، وہ مجھ پر وار کرے اور میں اس پر وار کروں اور خوب مقابلہ ہو۔اے اللہ! میں اس پر ایک ایسا وار کروں کہ وہ قتل ہو جائے اور دشمن کے سرغنہ کو مارنے کی سعادت مجھے نصیب ہو جائے۔دوسرے نے کہا: آمین۔اب دعا مانگنے کی باری حضرت عبداللہ ابن جحشؓ کی تھی۔انہوں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! کل میرا مقابلہ ایک قوی دشمن سے ہو، وہ مجھ پر وار کرے اور میں اس پر وار کروں۔ اے اللہ! اس مقابلہ میں وہ ایک ایسا وار کرے کہ مجھے تیرے راستے میں شہید کر دے۔پھر وہ میری آنکھوں کو بھی نکال دے اور میرے کانوں کو بھی کاٹ دے اور میں اس حال میں قیامت کے دن تیرے حضور پیش کیا جاؤں۔اے اللہ! پھر آپ مجھ سے پوچھیں کہ میرے بندے! تیری آنکھوں اور کانوں کو کیا ہوا؟ میں عرض کروں کہ اے اللہ! یہ نذرانہ میں تیرے نام پر پیش کر کے آیا ہوں۔دوسرے نے آمین کہا۔اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور دونوں حضرات کی دعائیں قبول ہوگئیں۔سعدؓ اس دعا کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھائی کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔اللہ تعالیٰ کے نام پر شہید ہونے اور قربان ہونے کے لیے وہ تڑپتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے۔

تمنائے فاروقیؓ:

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آرہے تھے۔راستے میں رات کے وقت قیام فرمایا۔رات کو جب سوئے اور تہجّد کے وقت آنکھ کھلی۔دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند نور برسا رہا ہے، ماحول میں بھی ٹھنڈک ہے، ہر طرف چاندنی ہی چاندنی ہے۔حضرت عمرؓ کو محسوس ہوا کہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔یہ رحمتوں کے نزول کا وقت ہے۔اسی وقت آپؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور

دل کی تمنا پیش کی، اے اللہ! میرے دل کی یہ تمنا ہے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ

’’اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے محبوب ﷺ کے شہر میں دفن ہونے کی سعادت نصیب فرما۔‘‘

اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں کتنی تڑپ ہوا کرتی تھی۔ اللہ رب العزت کی محبّت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ وہ اللہ کے نام پر جان بھی قربان کر دیتے تھے۔ اور احسان بھی اللہ تعالیٰ کا مانتے تھے۔ گویا زبانِ حال سے یہ کہتے تھے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

معذور صحابیؓ کا کٹ مرنے کا جذبہ:

اللہ رب العزت کی محبّت کا راستہ بھی عجیب ہے۔ صحابہ کرام میں سے ایک معذور صحابی تھے، حضرت امر بن جموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ اپنی ٹانگوں سے معذور تھے اور اپنا توازن بھی قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ ان کے چار بیٹے جہاد میں شریک تھے۔ ان کے دل میں تمنا اٹھی کہ میں بھی جہاد میں شریک ہوں۔ نبی علیہ السّلام سے آ کر اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے تو چار بیٹے جہاد میں شریک ہیں، آپ گھر میں ہی رہیں تو ٹھیک ہے۔ عرض کی کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے لنگڑے پن کے باوجود جنت میں چلا جاؤں۔ نبی علیہ السّلام نے اجازت عنایت فرما دی۔ گھر آئے اور اہلِ خانہ سے کہا کہ میرے جہاد کے سفر کی تیاری کرو، چنانچہ گھر میں تیاریاں ہونے لگیں۔ بیوی کا خاوند کے ساتھ ایک خصوصی تعلّق ہوتا ہے، انکی بیوی نے دل لگی کے طور پر ہمت بندھانے کے لیے کہہ دیا کہ

مجھے تو لگتا ہے کہ آپ میدانِ جہاد سے بھاگ کر واپس آجائیں گے۔ جیسے ہی یہ سنا دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدُّنِیْ اِلیٰ اَھْلِی ''اے اللہ! مجھے میرے اہلِ خانہ کی طرف نہ لوٹانا''

چنانچہ جہاد میں گئے۔

فَقتَلَ وَ قَتَلَ حَتّٰی قُتِل ''انہوں نے قتال در قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے''

انکی اہلیہ جب لاش لینے کے لیے گئیں تو سواری واپس چلتی ہی نہ تھی۔ نبی علیہ السّلام کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ جانے سے پہلے گھر میں کوئی بات ہوئی؟ انہوں نے سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اس کی لاش بھی گھر کی طرف واپس نہیں جائے گی۔ جس قوم کے معذوروں کا یہ حال ہو اس کے صحت مندوں کا کیا حال ہو گا؟

بچوں میں قربان ہونے کا جذبہ:

جنگِ بدر کے موقع پر دو چھوٹے چھوٹے بچے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما میدان میں کھڑے ہیں۔ تلوار بڑی ہے اور ان میں سے ایک کا قد اپنی تلوار سے بھی چھوٹا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کہ میرے ساتھ کون ہیں تاکہ ہم مل کر کفار سے جہاد کریں۔ مجھے دو چھوٹے چھوٹے بچے نظر آئے۔ مجھے خیال آیا کہ اگر کوئی بڑا جوان ہوتا تو اچھا تھا۔ اتنے میں وہ بچے میرے قریب آئے اور پوچھنے لگے کہ چچا! آپ کو پتہ ہے کہ ابو جہل کہاں ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ اتنے چھوٹے بچے اور وہ کفار کے سرغنے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ بچو! آپ کیوں پوچھ رہے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ وہ ہمارے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ہم نے عہد کر لیا ہے کہ وہ زندہ لوٹ کر گھر واپس نہیں

جائے گا یا ہم اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے۔ جس قوم کے بچوں کا یہ عالم ہو اس قوم کے جوانوں کا عالم کیا ہوگا! اور واقعی ان دو بچوں نے بالآخر ابو جہل کو مارا۔ جب جہاد شروع ہوا تو وہ اتنے چھوٹے تھے کہ کسی نے ان کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ اور یہ اندر سے سب گھوڑوں کے درمیان سے پیدل بھاگتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا تو گھوڑا گرا اور گھوڑے کے گرنے سے ابو جہل بھی گرا۔ انہوں نے اس پر وار کر کے اسے زخمی تو کر دیا مگر یہ اتنے چھوٹے تھے اس کا گلا بھی نہیں کاٹ سکتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ سعادت عطا فرمائی، وہ آگے بڑھے اور انہوں نے ابو جہل کا گلا کاٹ دیا۔

صحابیہؓ میں قربانی کی تڑپ:

گھروں کے اندر عورتیں دین کی خاطر قربانی دینے کے لیے تڑپتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اعلان فرمایا کہ جہاد کی تیاری کرو۔ مدینہ طیبہ میں ایک صحابیہ اپنے چھوٹے سے بچے کو گود میں لے کر بیٹھی ہے اور زار و قطار رو رہی ہے۔ رو کیوں رہی ہے......! اس لیے کہ اس کا خاوند پہلے ہی کسی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اور گھر میں کوئی مرد نہیں تھا کہ جس کو تیار کر کے محبوب ﷺ کی معیت میں بھیج سکے۔ رو رو کر جب طبیعت ہلکان ہو گئی تو اپنے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اس بچے کو جہاد کے لیے قبول فرمائیے۔ آپ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اتنا چھوٹا بچہ جہاد میں کیسے شریک ہو سکتا ہے! عرض کرنے لگیں: اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ میرے اس بچے کو ایسے مجاہد کے حوالے کر دیجیے کہ جس کے پاس ڈھال نہ ہو۔ تاکہ جب وہ مجاہد جہاد میں جائے اور سامنے سے دشمن تیروں کی بارش برسائے، تو وہ تیروں سے بچنے کے لیے میرے بیٹے کو آگے کر دے، میرا معصوم بیٹا تیروں کے روکنے کے کام آ سکتا ہے۔ جس قوم کی عورتوں کا یہ عالم ہو اس

قوم کے مردوں کی عالم کیا ہوگا!

وہ لوگ تڑپتے تھے اللہ کے راستے میں قربان ہونے کے لیے۔ اللہ اکبر!

فتوح الشام، مجاہدین کی داستان:

فتوح الشام ایک کتاب ہے جو علامہ واقدی نے لکھی ہے۔ آجکل اس کا اردو ترجمہ بھی ملتا ہے۔ نوجوانوں کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کتاب کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں اللہ رب العزت کی محبّت کیسے ٹھاٹھیں مارتی تھی اور وہ اللہ کے نام پر قربان ہونے کے لیے ہر وقت تیار ہوتے تھے۔

اس کتاب میں اور صحابہ کے علاوہ خالد بن ولیدؓ کے بہت سارے واقعات ہیں۔ ایک اور صحابی ہیں حضرت ضرار بن ازورص، ان کے واقعات ہیں، بلکہ وہ تو اس کتاب کے ہیرو نظر آتے ہیں۔ کیا عجیب واقعات اس کتاب میں ہیں! سبحان اللہ! حضرت ضرارص گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر بغیر زین کے جہاد کے لیے چلے جاتے تھے۔ ننگے بدن کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ نہ کوئی ڈھال اور نہ کوئی دوسرا ساز و سامان مگر جہاد کر رہے ہیں۔ شیر کی طرح حملہ کرتے تھے۔ دشمن کے دل دہلتے تھے۔ جو لوگ بھی سامنے آتے انہیں گاجر مولی کی طرح کتر دیا کرتے تھے۔

نقاب پوش مجاہدہ:

ایک مرتبہ شام کے وقت لڑائی ختم ہوئی اور مسلمان حضرات پیچھے ہٹے تو حضرت ضرارؓ کو نہ پایا۔ خالد بن ولید بڑے حیران ہوئے۔ فرمایا کہ جا کر شہیدوں میں تلاش کرو، ان میں بھی نظر نہ آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب دوبارہ حملہ کرنا چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ جب دوبارہ حملہ کیا تو حضرت خالد بن ولیدص نے ایک سوار کو دیکھا جس کا گھوڑا تازہ دم تھا اور اس نے چہرے پر ڈھاٹا

باندھا ہوا تھا۔جیسے چہرے کو نقاب کی شکل میں باندھ لیتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ وہ میرے قریب قریب رہتا۔کئی مرتبہ جب میں دشمن کے نرغے میں آتا تو وہ مجھے نکالتا اور وہ نرغے میں آتا تو میں اسے نکالتا۔اس طرح مل کر ہم نے جہاد کیا۔جب لوگوں کو ہم نے پکڑا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارے اس مجاہد کا کیا بنا؟ انہوں نے کہا کہ جناب ان کو تو گرفتار کر کے پیچھے بھیج دیا گیا۔خالد بن ولیدؓ نے فیصلہ کیا کہ پیچھے ہٹتے ہیں۔چنانچہ پیچھے ہٹے۔

خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس نقاب پوش مجاہد نے اس قدر قتال کیا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پورا بدن خون سے تر بتر تھا، میں اس کی بہادری کو دیکھ کو بڑا متاثر ہوا، لہٰذا میں نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ اے مجاہد! تو کون ہے؟ تو جواب میں خاموشی تھی۔دوبارہ پوچھا: اے مجاہد! تو کون ہے؟ تو پھر بھی جب خاموشی دیکھی تو میں نے کہا دیکھو!، میں لشکر کا سپہ سالار ہوں، میں تجھ سے حکماً پوچھ رہا ہوں کہ بتاؤ تو کون ہے؟ اس پر دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی اور بتانے والی نے بتایا کہ میں ضرار بن ازورؓ کی بہن خولہؓ ہوں۔اور حضرت! میں نے پیشگی اجازت اس لیے نہ مانگی کہ آپ صاف انکار فرما دیتے۔اور جب بھائیوں پر مصیبتیں آتی ہیں تو بہنیں ہی تو کام آیا کرتی ہیں۔میرے بھائی کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا۔آپ اجازت دیجیے کہ ایک قافلہ ان کی تلاش کے لیے نکلے۔ایسی ہمت کی بات کی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ فوراً ان کی تلاش کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔خیر! اللہ کی شان کہ ان کو راستے ہی سے چھڑا کر لے آئے۔

محبّت کا کرشمہ:

یہ تو تھوڑا بیک گراؤنڈ کے طور پر بتا دیا مگر اصل تو ایک عجیب واقعہ آپ کو سنانا تھا۔ایک مرتبہ حضرت ضرار بن ازورؓ جہاد کرتے ہوئے دشمن کے گھیرے میں آ گئے۔اسی حالت میں کئی گھنٹے لڑتے بھڑتے ان

کا گھوڑا تھک گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ گھوڑے کو بھگائیں مگر گھوڑا اتنا تھک چکا تھا کہ بھاگنا مشکل تھا۔ چاروں طرف ان کے دشمن تھے اور انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ اب گھوڑا بھاگ نہیں سکتا۔ انہوں نے گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تا کہ انہیں زندہ گرفتار کر سکیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب دشمن میرے اتنے قریب آ رہے ہیں تو یہ زیادہ متفکّر ہوئے اور گھوڑے کی لگام کھینچی مگر گھوڑا تھکن کی وجہ سے آگے بڑھتا ہی نہیں تھا۔ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ اس وقت گھوڑے پر آگے جھکے اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے: اے گھوڑے! تو تھوڑی دیر کے لیے میرا ساتھ دے دے ورنہ میں نبی ﷺ کے روضے پر جا کر تیری شکایت کروں گا۔ یہ الفاظ کہنے تھے کہ گھوڑا ہنہنایا اور ایسے بھاگنے لگا جیسے تازہ دم ہو۔ انہوں نے دشمن کا حصار توڑا اور گھیرے سے باہر تشریف لے آئے۔ گھوڑے تھک جاتے تھے مگر مجاہد نہیں تھکا کرتے تھے، کیسے لوگ تھے!

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب:23)

''یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ سے وعدہ سچ کر دکھایا''

ان کی زندگی کے ان حالات کو پڑھ کر حیران ہوتے ہیں۔ وجہ کیا تھی......؟ ان کے دل اللہ رب العزت کی محبّت سے لبریز تھے۔ اس لیے اللہ کے نام پر قربان ہو جانا ان کی زندگی کا مقصد ہوتا تھا۔ وہ لوگ استقامت کے پہاڑ تھے۔ اور اللہ رب العزت کو یہی استقامت پسند ہے۔

گھوڑے کی وفاداری کی اللہ کے ہاں قدر:

دیکھیں! ایک گھوڑے کے اندر کتنی وفاداری ہے، اس کا مالک اسے کھلاتا ہے، پلاتا ہے، پالتا ہے تو گھوڑے کو پتہ ہوتا ہے کہ میرے مالک نے مجھے کسی مقصد کے لیے پالا ہے۔ جب اس کا مالک اس پر

سوار ہو کر میدانِ جہاد میں پہنچتا ہے تو گھوڑے کو پتہ ہوتا ہے کہ سامنے دشمن کی صفیں ہیں۔ مالک گھوڑے کو بھاگنے کے لیے اپنی ایڑھی کا اشارہ کرتا ہے تو گھوڑا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ سامنے سے دشمن کے تیر آ رہے ہیں اور گھوڑے کے جسم میں لگ رہے ہیں، اس کے جسم سے خون نکلتا ہے مگر اس گھوڑے کو اتنی سمجھ ہے کہ میرے مالک نے اسی وقت کے لیے مجھے کھلایا پلایا تھا۔ اب میں ثابت کروں گا کہ میں وفادار ہوں، پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ تو گھوڑا اپنے زخموں کی بھی پروا نہیں کرتا اور دشمن کی صفوں میں گھستا چلا جاتا ہے۔ آگے سے تیر ہو، تفنگ ہو، تلوار ہو، نیزہ ہو یا بھالا ہو، اس کے جسم سے خون کے فوارے چھوٹتے ہیں مگر وہ اپنی جان کی پروا کیے بغیر اپنے مالک کو دشمن کی صفوں میں پہنچا دیتا ہے، اس لیے کہ مالک نے مجھے آج تک کھلایا اور پلایا ہے۔

جب گھوڑے نے اپنے مالک سے اتنی وفاداری کا اظہار کیا تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور مجاہد کے اس گھوڑے کے قدموں سے لگ کر جو مٹی اڑ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مٹی کی بھی قسمیں کھائیں

ارشاد فرمایا:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ○ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا○ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا○ (العدیت:3-1)

''سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں، پھر پتھر پر ٹاپ مار آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت دھاوا کرتے ہیں''

واہ میرے مولا! آپ کتنے قدردان ہیں کہ ایک وفادار گھوڑے کے قدموں سے اڑنے والی مٹی کی بھی قسمیں کھا رہے ہیں، تو جو مجاہد اپنی جان پیش کر رہا ہے، اللہ کے ہاں اس کا کیا مرتبہ ہوگا!

مومنانہ صفت:

تو مومن کے اندر استقامت ہونی چاہیے۔ہم اللہ رب العزت سے آزمائش مانگیں نہیں، اس لیے کہ ہم کمزور ہیں، آزمائش کے قابل نہیں ہیں۔لیکن اگر وقت آجائے تو پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔اس لیے کہ جس کے نام پر پلے اور جس کے نام کا کھایا، آج اس کے نام پر قربان ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

حالاتِ حاضرہ میں قربانیوں کی ضرورت:

حالات اس تیزی سے بدل رہے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل میں کیا پیش آنے والا ہے۔ بالخصوص علما اور طلبا جو دین کے محافظ ہیں انہیں اس دین کی حفاظت کے لیے اور زیادہ قربانیاں دینا پڑ سکتی ہیں۔

اکابر علمائے دیوبند کی قربانیاں:

پہلے بھی ایسا ہوا، ہمارے اکابرینِ دیوبندؒ نے دین کے لیے قربانیاں پیش کیں۔تب یہ دین بحفاظت ہم تک پہنچا ہے۔اگر وہ حضرات قربانیاں نہ دیتے تو آج دین ہم تک اس طرح نہ پہنچ پاتا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔انکی قربانیوں کا آج ہمیں فائدہ ہوا کہ ہم دین کے اوپر زندگی گزارنے میں آج اس قدر آسانیاں محسوس کرتے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شانِ قربانی:

ایک مرتبہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہؒ پر غداری کا مقدمہ چلا اور فرنگی کی عدالت (جناح) ہال کراچی میں ان کی پیشی ہوئی۔مولانا محمد علی جوہرؒ اور بہت سارے دوسرے اکابرین بھی وہاں جمع تھے۔فرنگی نے بلایا اور کہا کہ حسین احمد! یہ جو تم نے فتویٰ دیا ہے کہ انگریز کی فوج میں شامل ہونا

حرام ہے، اس کی اجازت نہیں، تمہیں پتہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ ہاں مجھے پتہ ہے اس کا نتیجہ کیا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا نتیجہ ہے؟ حضرت کے کندھے پر ایک سفید چادر تھی، حضرت نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ فرنگی نے کہا کہ کیا مطلب؟ فرمایا کہ یہ کفن ہے، میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں تاکہ تم اگر مجھے پھانسی بھی دے دو گے تو کفن میرے پاس ہوگا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے حضرت کے پاؤں پکڑ لیے اور عرض کیا کہ حضرت! تھوڑا سا ذو معنی سا جواب دے دیں جس سے آپ بچ جائیں کیونکہ ہمیں آپ کی بڑی ضرورت ہے، آپ ہمارے سر کا تاج ہیں، آپ جیسے اکابر ہمیں پھر نہیں ملیں گے۔ مگر حضرت مدنیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی اس وقت عجیب شان تھی۔ سبحان اللہ!

فرنگی کہنے لگا: حسین احمد! تمہیں کفن لانے کی کیا ضرورت تھی؟ جس کو حکومت پھانسی دے، اس کو کفن بھی حکومت دیتی ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہؒ نے فرمایا، اگرچہ کفن حکومت دیتی ہے، لیکن میں اپنا کفن اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ فرنگی کے دیے ہوئے کفن میں مجھے اللہ کے حضور جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میں قبر میں تمہارا کفن بھی لے کر نہیں جانا چاہتا۔ ہمارے اکابر کیا استقامت کے پہاڑ تھے! اللہ اکبر کبیرا۔

اس قسم کے آپ کو کتب کے اندر سینکڑوں واقعات ملیں گے۔

جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق:

حضرت سعید بن جبیرؒ بڑے تابعین میں سے ہیں۔ ان کو حجاج بن یوسف نے گرفتار کرالیا۔ اسکو آپ سے مخالفت تھی۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

اس نے آپ کو اپنے سامنے بلایا اور پوچھا: تمہارا نام؟

آپ نے فرمایا: سعید بن جبیرؒ

اس نے کہا: مجھے تو تم شقی بن کسیر لگتے ہو۔

سعید کے بالمقابل شقی جس کا معنی ہے ’’بد بخت‘‘ اور جبیر کہتے ہیں ’’اصلاح کی ہوئی چیز‘‘ اور کسیر کسر سے ہے جس کا معنی ہے ٹوٹی ہوئی چیز۔

انہوں نے جواب دیا: جس ماں نے میرا نام رکھا وہ مجھے تم سے بہتر جانتی تھی۔

حجاج نے کہا: تو بھی بد بخت، تیری ماں بھی بد بخت۔

انہوں نے آگے سے جواب دیا: غائب کا علم اللہ کے پاس ہے۔

اس نے غصہ میں آ کر کہا: میں ابھی تجھے جہنّم رسید کرتا ہوں۔

تو جواب میں فرمانے لگے: اگر میں تجھے اتنے اختیار والا سمجھتا کہ تو مجھے جہنّم میں بھیجنے کے قابل ہے تو میں تجھے سجدہ کرنا شروع کر دیتا۔

اس جواب پر وہ بڑا زچ ہوا۔ حالانکہ موت کے وقت تو بندے کا گلا ہی خشک ہو جاتا ہے، آواز ہی نہیں نکلتی اور ان کو دیکھیں کہ شیر کی طرح آگے سے گرج کر جواب دے رہے ہیں۔

حجاج کہنے لگا: اچھا تم کیسے قتل ہونا پسند کرو گے؟

جواب میں فرمانے لگے: جیسے آپ خود قتل ہونا پسند کریں، میں بھی ویسے ہی پسند کروں گا۔

بڑا پریشان ہوا، کہنے لگا: اچھا میں جلاد کو بلاتا ہوں۔

اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ اس کو قتل کر دو! تو جیسے ہی انہوں نے سنا تو وہ تیار ہونے لگے۔

حجاج نے پوچھا: تمہاری کوئی آخری خواہش اور تمنا؟

فرمایا: ہاں! دو رکعت نفل پڑھنا چاہتا ہوں۔

کہنے لگا: ٹھیک ہے پڑھ لو۔

انہوں نے دو رکعت تو پڑھیں مگر بڑی خفیف اور ہلکی، جلدی جلدی مکمّل کر لیں۔

اس پر حجاج بڑا حیران ہوا اور کہا: مشہور تو ہے کہ تم بڑی لمبی نماز پڑھتے ہو اور آج تو دو رکعت تم نے بڑی ہلکی پڑھیں۔ اس کی کیا وجہ؟

جواب میں فرمایا: میں نے آج نماز ہلکی اس لیے پڑھی کہ تمہارے دل میں یہ گمان نہ ہو کہ موت کے ڈر کی وجہ سے یہ اپنی نماز لمبی کر رہا ہے۔ اس لیے مختصر نماز پڑھی۔

اس نے کہا: اچھا اس کو لٹاؤ!

جب انہوں نے آپ کو لٹایا تو انہوں نے فوراً اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کیا اور یہ پڑھا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الانعام:79)

''سب سے یکسو ہو کر میں نے اپنے منہ کو اسی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائی''

اس پر اس کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دو۔ تو لوگوں نے ان کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر کر رخ بدل دیا، تو وہ پڑھنے لگے:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:115)

''پس تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کا رخ ہے''

اس نے کہا کہ اس کا چہرہ زمین کی طرف کر کے اوندھا لٹا دو، جب ان کو اوندھا لٹایا تو زمین پر لیٹ کر پڑھنے لگے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی (طٰهٰ:55)

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں لوٹائیں گے اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے''

جب انہیں شہید کیا گیا تو اتنا خون نکلا اتنا خون نکلا کہ جگہ ہی ساری خون سے بھر گئی۔لوگ بھی حیران اور حجاج بن یوسف بھی حیران تھا۔اس نے اطبا سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ بڑے لوگوں کو قتل کیا گیا مگر بس تھوڑا سا خون نکلتا تھا،لیکن آج تو اتنا خون نکلا کہ حیران ہیں۔اطبا نے جواب دیا کہ علم طب کی رو سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں کو جو قتل کیا جاتا تھا،ان کے دل میں موت کا خوف سوار ہوتا تھا،اس خوف کی وجہ سے ان کا خون خشک ہو جاتا تھا۔تو قتل کرنے کے باوجود تھوڑا سا خون نکلتا تھا۔اس بندے کو جو قتل کیا گیا تو لگتا ہے کہ موت کا خوف تھا ہی نہیں،لہٰذا جتنا خون تھا اصل حالت میں باقی رہا اور ان کی شہادت کے بعد سارا خون جسم سے باہر نکلا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ موت کا خوف ان کے دلوں میں تھا ہی نہیں۔کیسے لوگ تھے!

غیر اللہ کے خوف سے خالی دل:

ایک بزرگ تھے،ان کو بادشاہ نے بلوایا اور غصے میں ان کو بھوکے شیر کے آگے ڈال دیا،اور کہا کہ میں خود بھی تماشہ دیکھوں گا۔جب انہیں شیر کے پنجرے میں ڈال دیا گیا تو شیر آیا اور ان کے قدموں میں اس طرح بیٹھ گیا جیسے کتا اپنے مالک کے پاؤں چاٹنے لگ جاتا ہے۔وزیر بڑا سمجھدار تھا،اس نے بادشاہ سے کہا کہ دیکھو! یہ کوئی اللہ کا مقبول بندہ ہے،اس سے ابھی معافی مانگ لو! وگرنہ انہوں نے اگر بددعا کر دی تو تمہاری آئندہ نسل ہی برباد ہو جائے گی۔بادشاہ نے اسی وقت ان بزرگ کو بلوایا اور اپنی پگڑی ان کے قدموں میں رکھ دی اور معافی مانگی اور ان سے کہا کہ میں آپ کو واپس گھر بھیج رہا ہوں۔چنانچہ وہ گھر پہنچ گئے۔اب بیوی تو سمجھ رہی تھی کہ میرے خاوند کو آج شہید کر دیا گیا۔لیکن جب اس نے اچانک اپنے خاوند کو دیکھا تو بڑی حیران ہوئی۔اور پوچھا کہ آپ زندہ سلامت کیسے واپس آ گئے؟ انہوں نے سارا واقعہ سنایا کہ یہ واقعہ پیش آیا اور بادشاہ نے مجھے گھر بھیج دیا۔اب بیویاں تو پھر بیویاں ہوتی ہیں۔اس کے

ذہن میں ایک بات آئی اور خاوند سے کہنے لگی کہ اچھا! ایک بات ذرا سچ سچ بتانا۔ انہوں نے کہا کہ کیا بات؟ کہنے لگی کہ جب بھوکا شیر تمہاری طرف آیا تو تمہیں ڈر تو بہت لگا ہوگا، تو بتاؤ کہ اس وقت کیا سوچ رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب شیر میری طرف آرہا تھا تو میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں شیر کا لعاب پاک ہوتا ہے یا ناپاک ہوتا ہے۔ یعنی ذرا برابر بھی ان کے دلوں میں خوف نہیں تھا۔ یہ تھے ہمارے اکابر۔

حق پرست مجاہد کی للکار:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے روم کے بادشاہ ہرقل کو خط لکھا کہ:

اِنَّ مَعِيَ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْخَمْرَ

''میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت کو یوں محبوب رکھتی ہے جس طرح تم شراب کے پیالے کو''

یہ سب کس لیے تھا؟ اللہ کے نام پر جان دینا، یہ ان کی زندگی کا مقصد تھا۔

دیدۂ عبرت لے اے مردِ ضعیف!

آج ہمیں اپنے اندر استقامت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم جان تو کیا قربان کریں گے، اللہ کے نام پر ہم اپنی خواہشات کو بھی قربان نہیں کر پاتے۔ ذرا سوچیے کہ ہم نے کس مقام پر پہنچنا تھا اور ہم کہاں کھڑے ہیں!؟ جو ناجائز خواہشات کو بھی قربان نہیں کر سکتے، وہ جانیں کیا قربان کریں گے! وہ اپنا سب کچھ کیسے قربان کریں گے! شیطان ذرا سی پھونک مار دے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی وقت گناہ کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ استقامت اسے تو نہیں کہتے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے مقبول

بندے بنیں تو ہمیں اپنے اندر استقامت پیدا کرنا ہوگی، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ہوگا۔ ہمیں اپنی زندگی کو شریعت کے اوپر لانا ہے، پھر اس بات کی دلیل ملے گی کہ واقعی یہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لیے قربان کرنا چاہتا ہے۔

ایک عمر رسیدہ صحابیہؓ کی قربانی کی داستان:

یہاں تک آپ کو جوانوں کی باتیں سنائیں۔ چلیں، ذرا اپنے بوڑھوں کا حال بھی سن لیجیے۔ اور بوڑھے بھی مرد نہیں بلکہ ایک عورت کا واقعہ سناتے ہیں۔ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ، جب آپ بوڑھی ہوگئیں تو آنکھوں کی بینائی چلی گئی، موتیا بند سا آ گیا۔ بڑھاپے میں نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرص کی طرف بھی اسی طرح حجاج نے ایک لشکر بھیجا اور چاہتا تھا کہ ایسے حق گو بندے کو قتل کر دیا جائے۔ دنیا کے یہ حکام اسی طرح کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ کسی کو دیکھتے ہیں کہ یہ حق کی بات کرے گا اور جھکے گا نہیں، تو وہ چاہتے ہیں کہ اس کا کانٹا ہی نکال دیا جائے۔ ان کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا۔

چنانچہ عبداللہ ابن زبیرؓ کے ساتھ چند اور ساتھی بھی تھے، لیکن سامنے لشکر بہت بڑا تھا۔ ان کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہونے لگے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ گھر کے قریب ہی تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ اب تو میں تھوڑے وقت کے بعد شہید کر دیا جاؤں گا، لہٰذا میں اپنی والدہ کے پاس جاؤں اور آخری وقت میں دعا لے لوں۔ جب دل میں یہ بات آئی تو وہ گھر میں داخل ہوئے، والدہ کو ملے اور کہنے لگے کہ امی! میں اب تھوڑی دیر کے بعد شہید کر دیا جاؤں گا۔ ماں نے پوچھا: بیٹا! تم حق پر ہو کہ نہیں؟ عرض کیا: امی! میں حق پر ہوں، آپ جانتی بھی ہیں۔ فرمانے لگیں: بیٹا! اگر تم حق پر ہو تو پھر تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھیں! بوڑھی ماں اپنے جوان بیٹے سے یہ کہہ رہی ہے۔ آگے سے انہوں نے کہا کہ

امی! مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ یہ لوگ مجھے شہید کریں گے اور میری لاش کا مثلہ کریں گے، میری لاش کا قیمہ بنادیں گے اور مسخ کردیں گے۔ آگے سے بوڑھی ماں جواب دیتی ہے کہ بیٹے! جب بکری کو ذبح کیا جاتا ہے تو پھر اس کی بوٹیاں بنانے کی اسے تکلیف نہیں ہوا کرتی۔ تو تمہارا اگر قیمہ بنادیں گے تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ماں یہ بات کر رہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کے لیے کہا اور اجازت مانگی۔ تو ماں نے تین دعائیں دیں۔ ایک دعا یہ دی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ میرا وہ بیٹا ہے جو سردیوں کی لمبی رات تیرے سامنے قیام کی حالت میں گزار دیا کرتا تھا۔ اے اللہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جو گرمیوں کے لمبے دن کی سختی اور گرمی روزے کی حالت میں برداشت کیا کرتا تھا۔ اور اے اللہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جس نے ماں باپ کے دل کو خدمت کے ساتھ خوش کیا۔ میرے اس بیٹے کی مدد فرمانا اور اسے استقامت عطا فرمانا۔ اس کے بعد فرمانے لگیں کہ بیٹا! میری بینائی نہیں کہ تمہارا چہرہ دیکھ سکوں، اب تم ذرا میرے قریب ہوجاؤ، میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارا بوسہ لوں اور تمہارے جسم کی خوشبو سونگھ لوں۔

جس قوم کی بوڑھی عورتوں کا یہ عالم ہو اس قوم کے جوان مردوں کا عالم کیا ہوگا!؟ یہ تھا اللہ کے نام پر جان دینا اور قربانی دینا۔ دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینا ان کے لیے آسان ہوتی تھی۔

شہادت کی تمنا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ”جس مومن کے دل میں شہادت کی تمنا نہ ہو اور اس کو دین کے راستے میں کوئی تکلیف بھی نہ آئے، یہ مرے گا تو ایک قسم کی منافقت پر اس کو موت آئے گی“ ہر بندے کے دل میں شہادت کی تمنا ہونی چاہیے۔ ہم اس قابل تو نہیں ہیں، اس لیے آزمائش مانگیں نہیں، مگر دل کے اندر ایک تمنا تو ہونی چاہیے۔

قطرۂ شہادت کی قیمت:

اللہ رب العزت کوشہید بہت محبوب ہوتا ہے۔ سنیئے اور ذرا دل کے کانوں سے سنیئے! شہید کا مرتبہ دیکھیے ، حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب کوئی بندہ شہید ہوتا ہے تو اس کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ رب العزت اس کے سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔خون کا قطرہ زمین پر بعد میں گرتا ہے،اللہ رب العزت اس کی مغفرت پہلے فرما دیتے ہیں۔

غسلِ شہادت:

عام دستور تو یہ ہے کہ جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اس کی میت کوغسل دینا چاہیے۔ چاہے وہ کوئی ولی ہو، ابدال ہو، قطب ہو، یا اپنے وقت کا بڑا بزرگ ہو، شریعت کا حکم ہے کہ اسے غسل دے دیا جائے کیونکہ اس نے اپنے مالک کے سامنے پیش ہونا ہے، اسے تیاری کروائی جائے۔لیکن جو آدمی شہید ہوا، اب اس کا مرتبہ دیکھئے، اللہ! اس شہید کو بھی نہلا دیں؟ اللہ نے اپنا ضابطہ بدل دیا، فرمایا: ہرگز نہیں، یہ میرا بندہ جو خون میں نہا چکا، اب اسے دنیا کے پانی سے نہلانے کی ضرورت نہیں۔

شہید کی نرالی شان:

کوئی بھی ولی ، قطب، ابدال فوت ہوتا ہے، شریعت کا حکم ہے کہ اس کو کفن پہنا دو، یونیفارم پہنا دو کیونکہ اس نے مالک کے سامنے پیش ہونا ہے۔لیکن جب شہید کی باری آئی تو ضابطہ ہی بدل دیا۔ پروردگار! کیا ہم اس کو بھی یونیفارم پہنا دیں؟ فرمایا: ہرگز نہیں۔جن کپڑوں پر خون کے داغ لگ چکے، اب مجھے اس کے یہ کپڑے بھی اچھے لگتے ہیں۔اس کو کفن پہنانے کی بجائے انہیں کپڑوں میں دفن کر دیا جائے تاکہ قیامت کے دن میرا بندہ خون کے دھبوں کے پھولوں والا گلدستہ میرے سامنے پیش کر سکے۔

شہید کی روح کا اکرام:

علامہ قرطبیؒ نے یہ بات نقل کی ہے کہ جب بھی کسی بندے کی موت آتی ہے تو ملک الموت اس کی روح قبض کرتے ہیں، چاہے وہ کتنا ہی بڑا ولی، کتنا بڑا مقرب اور کتنا ہی بڑا صاحبِ روحانیت ہی کیوں نہ ہو۔لیکن جب کسی شہید کی شہادت کا وقت آتا ہے تو اللہ رب العزت ملک الموت سے فرماتے ہیں، ملک الموت! یہ بندہ میرے نام پر جان قربان کر رہا ہے، لہٰذا تو ذرا پیچھے ہٹ جا! اس کی روح میں خود قبض کروں گا۔لہٰذا شہید کی روح کو اللہ رب العزت خود قبض فرماتے ہیں۔

پا گئے حیاتِ جاوداں:

بڑے سے بڑا ولی فوت ہو جائے تو کہتے ہیں: جو فوت ہو گیا، میت ہے، لیکن جب شہید کا وقت آیا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (البقرہ:154)

”جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے اسے مردہ مت کہو!“

تم جانتے نہیں؟ یہ بندہ میرے نام پر جان قربان کر رہا ہے، خبردار! اسے کوئی شخص مردہ نہ کہے۔ ضابطہ ہی بدل دیا۔

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ:154)

”یہ زندہ ہے، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے“

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنی سچی محبّت عطا فرمائے اور دین کے اوپر سب کچھ قربان کرنے کی، اللہ رب العزت ہمیں بھی توفیق نصیب عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ